جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ

# اخبار احمدیہ
جرمنی

ایڈیٹر:۔ نعیم احمد نیر

جلد نمبر 8 ماہ تبلیغ 1381 ہش بمطابق فروری 2002ء شمارہ نمبر 2


## جماعت احمدیہ جرمنی کے ممبران نے نئے سال کا استقبال دعاؤں سے کیا
## ہم معاوضے کی خاطر نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کی خاطر کام کر رہے ہیں

یوں تو نئے سال کا آغاز باقی دنیا کی طرح یہاں جرمنی میں بھی رات 12 بجے دھما کہ خیز حد تک پٹاخوں سے ہی کیا گیا اور لوگ رات کے آخری پہر تک جگہ جگہ جمع ہو کر خوب ہنگامہ کرتے رہے۔ بے حیائی پر تک اتر کر غل غپاڑہ کرتے رہے اور اس طرح نئے سال کا استقبال کیا گیا۔ تاہم دوسری طرف جرمنی میں للّٰہی جماعت یعنی جماعت احمدیہ کے ممبران نے نیا سال شروع ہوتے ہی سجدۂ شکر ادا کیا۔ نفل پڑھے اپنے خدا کے حضور جھکے اور دعائیں کیں اور ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کیں جو اس وقت غل غپاڑے میں مصروف تھے باقی دنیا کے لئے بھی اپنے خدا سے امن و سلامتی مانگی۔ رات کے پچھلے پہر جب باقی دنیا تھک کر سو چکی اور خواب غفلت میں چلی گئی تو یہ خدا کے بندے مساجد و نماز سنٹر میں جمع ہوئے اور نماز تہجد ادا کی۔ جس میں کثرت سے نوجوان شامل ہوئے۔ نماز فجر کے بعد اپنے اپنے شہروں میں گروپوں کی صورت میں ان جگہوں پر پہنچ گئے جہاں رات لوگوں نے خوب ہنگامہ برپا کیا تھا اور اب یہاں ہر طرف شراب کی ٹوٹی ہوئی بوتلیں پٹاخوں کے ادھ جلے کاغذ اور خول بکھرے پڑے تھے۔ شہر کی انتظامیہ سے پہلے سے لی گئی اجازت کے مطابق ان جگہوں پر وقار عمل کیا گیا اور کاغذ، لکڑی و پلاسٹک وغیرہ کو یہاں سے اٹھایا۔ نوجوانوں نے بڑی محنت و شوق کے جذبہ سے یہ کام کیا۔ صبح سویرے منفی چھ (6c-) درجہ حرارت میں وقار عمل کرنے والوں کے دل معاوضے کے خیال میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی حمد میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگرچہ آج چھٹی کا دن تھا

☆☆☆ باقی صفحہ 2 پر ☆☆☆

## "قرآں کو یاد رکھنا، پاک اعتقاد رکھنا"
### لوکل امارت Fulda-Neuhof کے زیر انتظام تعلیم القرآن کلاس کا کامیاب انعقاد

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے لوکل امارت فلڈا نوئے ہوف کو امسال 26 دسمبر تا 30 دسمبر پانچ روزہ تعلیم القرآن کلاس منعقد کروانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

مؤرخہ 26 دسمبر بروز بدھ صبح دس بجے پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت بمعہ جرمن و اردو ترجمہ مکرم محمد نعیم شرما صاحب نے کی۔ بعد ازاں مکرم شیخ حامد علی صاحب نے کلام محمود سے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد مکرم و محترم مولانا محمد احمد راشد صاحب نے حاضرین (جن کی تعداد 50 تھی) سے پُر مغز خطاب فرمایا۔ جس میں تعلیم القرآن کا مقصد، اہمیت اور فضیلت پر اختصار سے روشنی ڈالی۔

پہلے روز 11 بجے قرآن کریم و حفظ قرآن سے پہلے پیریڈ مکرم و محترم مولانا محمد احمد راشد صاحب نے لیا۔ بعد ازاں دیگر اساتذہ کرام جن میں مکرم ملک رشید احمد طیب صاحب، مکرم نعیم احمد شرما صاحب، مکرم رانا ناصر احمد خان صاحب، مکرم رشید احمد صاحب، لوکل امیر مکرم محمد ادریس صاحب نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ساڑھے چار بجے تک کلاس جاری رہی۔ اس کے بعد نماز مغرب محترم مولانا محمد احمد راشد صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز عشاء روزانہ پروگرام کے اختتام پر ساتھ بجے ادا کی جاتی رہی۔

دوسرے، تیسرے اور چوتھے روز پروگرام کا آغاز 9:30 بجے رجسٹریشن سے ہوتا رہا اور نماز عشاء تک جاری رہا۔ تدریس کے فرائض حسب معمول مکرم محترم مولانا محمد احمد راشد صاحب اور اساتذہ کرام سرانجام دیتے رہے۔

آخری روز بروز اتوار پروگرام دس بجے شروع ہوا تین پیریڈ لئے گئے 12:30 تا 14:00 بجے تک نصاب کے مطابق حاضرین سے امتحان لیا گیا۔ جس میں 25 افراد نے بھرپور تیاری کے ساتھ حصہ لیا اور مختلف پوزیشنز حاصل کیں۔

تعلیم القرآن کلاس کی آخری تقریب کا آغاز شام چار بجے مکرم محمد ادریس صاحب لوکل امیر کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت مکرم شیراز احمد خان صاحب نے کی۔ بعد ازاں مکرم نعمان احمد ڈوگر صاحب نے درثمین میں سے چند اشعار ترنم سے پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد مکرم لوکل امیر صاحب نے پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات

☆☆☆ باقی صفحہ 2 پر ☆☆☆

### اس شمارہ میں


☆ تبرکات، ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام
☆ انسانیت کی خدمت (وقار عمل)
☆ انفارمیشن ٹیکنالوجی
☆ تعلیم القرآن کلاس نوئے ہوف
☆ جرمنی کے شب و روز (خبریں)
☆ مسٹر Hohman اور مکرم ہدایت اللہ ہبش کے درمیان خط و کتابت
☆ قرارداد تعزیت بابت محترم ثاقب زیروی صاحب
☆ تقدیر الٰہی
☆ اداریہ (عید قربان)
☆ اعلان دعا


## تبرکات — ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

### دو قسم کے دُکھ

دنیا میں دو قسم کے دکھ ہوتے ہیں بعض دکھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں تسلی دی جاتی ہے اور صبر کی توفیق ملتی ہے۔ فرشتے سکینت کے ساتھ اُترتے ہیں۔ اس قسم کے دکھ نبیوں اور راست بازوں کو بھی ملتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور ابتلاء آتے ہیں جیسا کہ اُس نے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ (البقرۃ:156) میں فرمایا ہے۔ ان دکھوں کا انجام راحت ہوتا ہے اور درمیان میں بھی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ خدا کی طرف سے صبر اور سکینت ان کو دی جاتی ہے مگر دوسری قسم دکھ کی وہ ہے۔ جس میں یہ بات نہیں ہے کہ دکھ ہوتا ہے بلکہ آپس میں صبر و ثبات کھویا جاتا ہے۔ اس میں نہ انسان مرتا ہے نہ جیتا ہے اور سخت مصیبت اور بلا میں ہوتا ہے۔ یہ شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ مَآ اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (الشوریٰ:31) (ملفوظات جلد سوم صفحہ 607)

## قرارداد تعزیت
## بر موقع وفات حسرت آیات
### شاعرِ احمدیت محترم ثاقب زیروی صاحب

بلانے والا ہے سب سے پیارا ، اُسی پہ اے دل! تو جاں فدا کر

میدان صحافت کے یکتائے روزگار اور بہادر سپوت، شاعر احمدیت محترم ثاقب زیروی صاحب اپنے مستعار عرصہ حیات کو قابل رشک حد تک بھرپور انداز میں گزار کر مؤرخہ 13 جنوری 2002ء کو لاہور میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ کی رحلت کی خبر عالمگیر سطح پر علمی و ادبی ذوق رکھنے والوں اور آپ کے ہزاروں مداحوں نے نہایت درد اور غم واندوہ کے ساتھ سنی اور خبر سنتے ہی حضرت ثاقب کی خود ہی پڑھی ہوئی ولولہ انگیز نظموں کی شیریں و کیف پرور آواز ہر دلفگار کے کانوں میں گونجنے لگی۔

حضرت ثاقب زیروی نے کہ جن کا سرمایہ حیات رحمۃ للعالمین کی محبت تھی، اپنی ساری عمر حضرت محمد ﷺ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ وفا کرتے ہوئے گزار دی۔ اس راہ میں آپ کو ایسے ایسے مصائب و حوادث کا سامنا کرنا پڑا، ایسے ایسے طوفانوں اور امتحانوں میں سے گزرنا پڑا کہ ایک عام انسان ان کا تصور کر کے بھی کانپ اٹھتا ہے، مگر آپ تو طوفانوں کے پالے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سب سخت ترین اور نامساعد حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، آپ نے 53ء اور 74ء کے بعد 84ء سے اب تک کے پُر آشوب ادوار گزارے اور ہر دور کا درد اپنے سینے میں پالا اور اپنے سینہ و دل کو سچے جذبوں سے گرمایا، اپنے وقت کے فرعونوں اور ہامانوں کو بھری محفلوں میں للکارا۔ چنانچہ آپ اس فرد جرم کی پاداش میں حکمرانوں کے بہیمانہ سلوک اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے، آپ کے ہفت روزہ لاهور، جو آپکے ذریعہ معاش سے بلند تر ہو کر آپ کا مقصد حیات بن چکا تھا، کو "تختۂ مشقِ ستم" بنایا گیا، مگر ہر زخم لگنے کے بعد آپ کے چہرہ پر پھولوں کا تبسم ہی لہراتا رہا اور دوسری طرف مظالم ڈھانے والے بڑے بڑے جابر اور مطلق العنان حکمران آپ کی نظروں کے سامنے مورد قہر الٰہی ہو کر عبرت کا نشان بنتے رہے اور قدرت آپ کو آپ کے سچے صبر کا صلہ دیتی رہی۔

"ثاقب زیروی"! صحافت میں ایک ایسا نام ہے جسے ہمیشہ نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ یاد رکھا جائے گا، آپ ایک ایسے ہفت روزہ کے بانی مدیر، مالک اور منتظم و مہتمم تھے جو نصف صدی سے زائد عرصہ سے برصغیر پاک و ہند کے اردو قارئین کی علمی و ادبی پیاس بجھاتا چلا آ رہا، جس کے ذریعہ آپ نے اپنے قابل فخر استاد حضرت سالک کے دیئے ہوئے درس کو ہمیشہ سامنے رکھتے ہوئے ایسی صاف ستھری اور معیاری صحافت کو رواج دیا جس سے معاشرہ میں امن جنم لے، جو لوگوں کو سچائی کی تعلیم دے، جس سے اصلاح احوال ہو اور معاشرہ میں ایمانی و اخلاقی قدریں قائم ہوں۔ آپ نے اسی جہاد میں اپنی عمر تمام کر دی اور اس راہ پر سفر کرتے ہوئے ادھر ادھر سے آنے والی نہ تو سکوں کی کسی جھنکار کو اپنے کانوں میں پڑنے دیا اور نہ ہی چاندی کی کوئی چکا چوندھ آپ کی آنکھوں کو خیرہ کر سکی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر اہل دل ہمیشہ سکھ کا سانس بھرتے رہے ہیں کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

حضرت ثاقب مرحوم کی وفات حسرت آیات پر ہم سب افراد جماعت جرمنی آپ کے جملہ لواحقین اور احباب جماعت لاہور سے اپنے گہرے دلی جذبات تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس فدائے دین ہدیٰ، گدائے در مصطفٰے، ساری جماعت کے اس محبوب شاعر اور محسن بزرگ پر اپنے انوار اور اپنی رحمتوں کی بارشیں برسائے اور آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور آپ کی نیکیوں اور خوبیوں اور دعاؤں کا ہم سب کو وارث بنا دے اور آپ کے لاهور کا بھی حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔

ہم ہیں ----- افراد جماعت احمدیہ جرمنی

# اداریہ

## »» عید قربان ««

عیدالاضحیٰ جسے عام طور پر ''بڑی عید'' یا ''عید قربان'' بھی کہتے ہیں ساری دنیا کے مسلمان بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ اس عید کی خاص بات یہ ہے کہ نماز کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔ حسب توفیق لوگ بھیڑ بکرے، گائے اور اونٹ کی قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں ایک حصہ غریبوں کے لئے، ایک حصہ رشتہ داروں ہمسائیوں کے لئے، ایک حصہ اپنے لئے۔ یہ سب مذہبی فریضے کے طور پر کیا جاتا ہے۔

جوں جوں مذہب پرانا ہوتا جاتا ہے توں توں اسکے عائد کردہ فرائض میں سے روح کم ہوتی جاتی ہے اور محض ظاہری رسم و رواج کے طور پر یہ فرائض رہ جاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ دنیا میں غربت بڑھنے کی نسبت سے غریبوں کا زیادہ خیال رکھا جاتا مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ امیر لوگ امیروں کی طرف گوشت کا بہترین حصہ بھجوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہیں سیاست کے لئے گوشت بھجوایا جا رہا ہوتا ہے تو کہیں تجارتی روابط کی بہتری کے لئے بکرے کی ران ٹرے میں سجا کر پیش کی جا رہی ہوتی ہے۔

اس طرح سے اس مقدس قربانی کو نمود نمائش کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے اور قد آور بکرا یا دُنبہ کئی گنا قیمت پر خریدا جاتا ہے جس کے ساتھ تصاویر اگلے دن اخبار میں چھپتی ہیں یا پھر کوئی بڑے سیٹھ صاحب گھر کے قریب میدان میں بورڈ لگواتے ہیں کہ یہاں فلاں سیٹھ کی طرف سے سو بکرے یا سو گائے کی قربانی کی جائے گی۔ غرباء گوشت یہاں سے حاصل کریں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پورا سال سیٹھ صاحب نے کیوں نہ ہر روز ایک گائے ذبح کروا کر ان غریبوں کے گھروں میں تقسیم کی جو فاقے سے تھے اور اُن کے گھر کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔

جماعت احمدیہ جرمنی کے افراد اس بات کا خیال رکھتے ہیں جماعتی انتظام کے تحت بہت سے احباب غریب ملکوں میں قربانی کے لئے پیسے بھجوا دیتے ہیں جہاں قربانی کا گوشت غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے کھانے والے کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ گوشت کس کی طرف سے ہے۔ علاوہ ازیں جماعت احمدیہ اس قربانی کی اصل روح کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے جس کا مضمون ایک بزرگ نے اپنے پنجابی شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

بکری بھیڈ خدا دی راہ وچ کہونا اے کی مشکل
جو اے کہوندے نفس دُنی نوں او اے سچی قربانی

کہ خدا کی راہ میں قربانی تو اپنے نفس کی قربانی دینا ہے۔ بکرے اور بھیڑ کو ذبح کر دینا تو بڑی آسان سی بات ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ''ذبح عظیم'' (بڑی قربانی) کی تھی۔ خدا کے گھر کو آباد کرنے کے لئے وہ اپنے بیٹے کو ایسی جگہ چھوڑنا تھا جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم یعنی جماعت احمدیہ کے افراد اپنی اولادوں کو وقف کر رہے ہیں تا یہ خدا کے دین کو پھیلائیں اور خدا کے گھر پھر عبادت کی سچی روح سے آباد ہو جائیں۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کے افراد ہمیشہ یہ بات خاص طور پر یاد رکھتے ہیں کیونکہ انہیں یہی تعلیم ہے کہ اصل مقصد کو کبھی نہیں بھولنے دینا۔

### بقیہ:- انسانیت کی خدمت

مگر اِکا دُکا جو صبح صبح اپنی ضروری ڈیوٹی پر جا رہے تھے۔ کبھی کبھی نظر آ جاتے تھے۔ ان میں سے اکثر حیرت کی تصویر بنے یہ دیکھتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کچھ کو خیال آیا تو پوچھ لیا کہ آپ لوگ کون ہیں اور یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟۔ ''ہم کمانے کی خاطر نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کی خاطر کام کر رہے ہیں۔'' یہ جواب سُن کر تو وہ حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے کیونکہ یورپ میں ''کام اور بغیر معاوضے کے'' اسکا تصور نہیں پایا جاتا۔

### ''آپ کا نوازش نامہ ملا''

ادارہ ''اخبار احمدیہ'' جرمنی آپ کا نوازش نامہ ملا کے عنوان سے ایک نیا کالم شروع کر رہا ہے۔ جس میں قارئین کی طرف سے لکھے گئے خطوط شائع ہوا کریں گے۔ اس کے لئے دعوت عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے کہ ہمیں خط لکھیں۔

خط صاف لکھائی میں کھلا کھلا لکھیں اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں نیز کاغذ کے ایک طرف لکھیں۔ الفاظ شائستہ ہوں اگرچہ تنقید ہی ہو بہر حال اپنے خیالات اور اپنی آراء سے ہمیں مطلع کریں یا کوئی ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ جسے پڑھ کر دوسروں کو فائدہ ہو، بھی لکھ کر بھجوا سکتے ہیں۔ (ادارہ)

### بقیہ:- تعلیم القرآن کلاس

وسندات تقسیم کیں۔ اسی طرح تمام شرکائے کلاس کو بھی اسناد شرکت دی گئیں۔ اس کے بعد مکرم لوکل امیر صاحب نے شرکائے کلاس سے خطاب کیا اور امسال تعلیم القرآن کلاس میں ایک بھاری تعداد میں احباب کی شمولیت پر خوشنودی کا اظہار کیا اور احباب کو تلقین کی کہ اپنے علم کو بڑھائیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ دعا کے ساتھ اس بابرکت کلاس کا شام پانچ بجے اختتام ہوا۔

علاوہ ازیں لجنہ اماء اللہ کی تعلیم القرآن کلاس نماز فلڈا میں 25 دسمبر تا 28 دسمبر تک منعقد کی گئی۔ حاضری کا تناسب 35 فیصد رہا۔ لجنہ کی کلاس کی نگرانی کے فرائض مکرمہ لوکل صدر صاحبہ لجنہ نے بڑی خوش اسلوبی سے ادا کئے جبکہ دیگر انتظامات کھانا اور وقار عمل وغیرہ لوکل امارت کے تحت کئے گئے۔ 17 ممبرات لجنہ نے امتحان میں حصہ لیا۔

(رپورٹ:- ملک رشید احمد طیّب، ناظم اعلیٰ تعلیم القرآن کلاس)

### اعلانِ دعا

مکرم چوہدری ناز احمد صاحب ناصر (ایڈیشنل نیشنل جنرل سیکرٹری۔ جرمنی) بعارضہ شوگر و دل بیمار ہیں۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفا کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(ناصر احمد چوہدری، نیشنل آڈیٹر جماعت احمدیہ جرمنی)

## انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ہمارے نوجوان

تحریر: امجد احمد۔ فرانکفورٹ

ٹیکنالوجی کے اس دور میں جبکہ ہر صاحب علم وفراست تحقیق اور جستجو میں مگن ہے اور اس کے سامنے ''انفارمیشن سپر ہائی وے'' یعنی انٹرنیٹ اپنے اندر علم کا ایک وسیع سمندر سموئے ہوئے ہے۔ جو اس ہائی وے پر سفر کرنے والوں کی رفتار میں جہاں تیزی پیدا کر رہا ہے۔ وہاں ان مسافروں کی قریب کی منزلیں دور اور دور کی منزلیں قریب بھی کر رہا ہے۔ اپنی لگن میں مصروف اپنی منزل کو پا لیتے ہیں مگر بھٹکنے والے کھو جاتے ہیں۔ ''قریب کی منزل دُور'' کے مفہوم کی گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ اس سپر ہائی وے پر سفر کرنے والے وہ مسافر جو تخلیق کائنات کے مفہوم سے عاری ہیں اور خدائے ذوالجلال کے تخلیق کردہ ''انفارمیشن سپر ہائی وے'' یعنی ''صراط مستقیم'' کے مفہوم سے نابلد ہیں اور ان کے سامنے دنیا کا حصول ہی منزل بن گیا ہے وہ درحقیقت اپنی منزل سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سپر ہائی وے کا اگر ہم تجزیہ کریں تو اس پر ہمیں غلاظت اور گندگی کے ڈھیر نظر آتے ہیں تو علم کے موتی اور جواہرات بھی بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ اس شاہراہ پر چلنے والے اگر کہیں غلاظت سے اپنا دامن گندہ کر لیتے ہیں تو ہمیں ایسے بھی مسافر نظر آتے ہیں جنہوں نے اپنے دامن کو سمیٹا اور علم کے خزانوں کو حاصل کر لیا۔

میں اپنے اس مضمون کو ایک آسان پیرایہ میں یوں بیان کرتا ہوں کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں جبکہ ہر بالغ، نابالغ نوجوان اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لئے یا تفریحاً وقت گزاری کے لئے انٹرنیٹ پر جاتا ہے تو اس کے سامنے کئی راستے ہوتے ہیں۔ ان راستوں کی پہچان پختہ کار ذہن تو آسانی سے کر لیتا ہے مگر ناپختہ ذہن ٹھوکر کھا جاتا ہے اور وہ ایسی ویب سائٹس کا انتخاب کر لیتا ہے جہاں گندگی اور غلاظت کے ڈھیر ہوتے ہیں۔ جہاں عریانیت بھرے مناظر یا تصاویر کے ذریعہ ناپختہ ذہنوں کو برائی کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ ای میل کے ذریعہ تصاویر بھیجنا، فری وقت مہیا کرنا اور دولت کے حصول کے لئے عریانیت کو فروغ دینا۔ غرضیکہ اخلاق سے عاری اور جنسی جذبات سے مرصّع تصورات نوجوانوں کی سوچ اور فکر پر یلغار کر دیتے ہیں اور وہ خدائے بزرگ و برتر کے صراط مستقیم سے دور ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہماری جماعت کے نوجوانوں کو راہنمائی درکار ہے۔ جہاں ہمیں ان کے مستقبل کی فکر کرنی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں ''انٹرنیٹ'' کا وجود جہاں ہمارے لئے تحقیق کے دروازے کھولتا ہے۔ وہاں علم کی وسعت کے بے شمار اسباب بھی پیدا کرتا ہے۔ مثلاً ایک کمپیوٹر پروگرامر اپنے علم اور تجربہ میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اور اسے سیکھنے کی جستجو بھی ہے تو اس کو اس انفارمیشن سپر ہائی وے پر بے شمار ذہن اور لائق ہم سفر مل جائیں گے جو اس کے فکر اور تدبر کے ارتقاء میں اس کے معاون ہوں گے۔ اسی طرح ایک تاجر اگر اپنے کاروبار کی وسعت چاہتا ہے تو اس کو ایسی ویب سائٹس مل جائیں گی جہاں وہ اپنے مال کو بیچ سکتا ہے یا خرید سکتا ہے۔ اس کو مشورہ دینے والے اس کی مصنوعات کو مارکیٹ میں متعارف کرانے والے اس کے ہم پلہ یا اس سے بڑھ کر کام کرنے والے مل جائیں گے۔ خیالات و افکار کا تبادلہ علم کی وسعت، دوسروں کے تجربات سے مستفید ہونا، معاشی حالات کا تجزیہ، سائنسی ارتقاء میں نئے نظریات کا وجود اور دنیا بھر کے لوگوں کا اپنے اپنے ذہن کے مطابق معلومات مہیا کرنا ''انٹرنیٹ'' ہے۔ جو اپنے اندر علم کا ایک وسیع سمندر سمیٹے ہوئے ہے۔ ٹیکنالوجی کے اس لامحدود سمندر سے علم وفکر کے موتی تلاش کرنے میں ہمارے نوجوان کیا کر رہے ہیں۔ کیا ان کی فکر اور جستجو صرف وقت گزاری کے لئے ہے یا انہوں نے اپنے علم کی وسعت میں اضافہ بھی کیا ہے؟ یہ سوال والدین اپنے بچوں سے پوچھ سکتے ہیں اور جماعت کی ذیلی تنظیمیں بھی ان نوجوانوں سے دریافت کر سکتی ہیں کہ انٹرنیٹ سے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ہر نوجوان کا تجربہ اور علم جہاں تربیت کے پہلوؤں میں وسعت پیدا کرے گا۔ وہاں ہمارے دوسرے نوجوان بھی اس تجربہ سے فائدہ اُٹھا سکیں گے اور اپنے اپنے ممالک اور معاشرے کو فائدہ پہنچا سکیں گے اور اس سپر ہائی وے کو صراط مستقیم میں تبدیل کر سکیں گے۔

یہ دور جو کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ سائنسی ارتقاء کی بنیاد ہے۔ جس میں دولت کا حصول ایک دوسرے پر سبقت لے جانا اور اپنی فنّی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کا دور ہے۔ اگر ہم یورپ، امریکہ، جاپان، تائیوان اور سنگاپور میں ٹیکنالوجی سے وابستہ اداروں کی کارکردگی پر نگاہ دوڑائیں تو بات واضح نظر آتی ہے کہ ان ممالک میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کمپنیوں نے اپنی فنی صلاحیتوں کو اس انداز میں اجاگر کیا ہے کہ نیا سورج طلوع ہونے سے قبل ہمیں یہ بتا دیا جاتا ہے کہ آجکے دن فلاں کمپنی نے اپنی صلاحیتیں اُجاگر کرتے ہوئے فلاں ٹیکنالوجی ایجاد کی ہے جس کے نتیجہ میں اتنے ہزار لوگوں کو روزگار میسر ہوگا۔ انسان کی زندگی میں فلاں تبدیلی آجائے گی۔ اور اس سے توانائی میں اس قدر بچت ہوگی، وغیرہ۔ یہ ایجادات یوں ہی راتوں رات نہیں ہو جاتیں۔ اس کیلئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سرمایہ کو لمبی مدت کے لئے لگانا ہوتا ہے۔ تاکہ ریسرچ کرنے والے سکون سے کام کریں۔ کچھ پانے کے لئے کچھ کھویا جاتا ہے۔ کتنی ہی ایسی ایجادات ہیں جنہوں نے سالہا سال اپنے ارتقاء میں گذار دیئے۔ کمپیوٹر کی ہی مثال لے لیجئے۔ 1987ء میں XT کا دور تھا۔ کمپیوٹر بیچنے والوں کو گاہکوں کا انتظار ہوتا تھا۔ پھر 80286، 80386 کا دور آیا۔ ٹیکنالوجی میں ارتقاء کا عمل جاری رہا اور جب 80486 کا دور آیا تو عوام میں بھی کمپیوٹر کی ضرورت اور اس کے عوامل کا شعور پیدا ہوا۔ تو یہی کمپیوٹر آفس سے نکل کر ہر گھر کی ضرورت بن گیا اور جب انٹرنیٹ نے انگڑائی لی تو یہ زندگی کا ایک لازمی جزو بن گیا۔ اسی کیساتھ ساتھ مواصلاتی ٹیکنالوجی نے وسعت اختیار کی تو موبائل فون ہماری ضرورت بن گئے۔ ایک سروے کے مطابق درج ذیل ٹیکنالوجی کے شعبہ جات انتہائی اہم نوعیت کے ہیں اور اگلے دس سال میں سرمایہ کاری کے لئے پُرکشش ہوں گے۔ جہاں ٹیکنالوجی سے وابستہ افراد نام کما سکیں گے۔

1: Optical Components
2: Nanotechnology / MEMS
3: Bio Informatics
4: Evolutionary Computing
5: Supply Chain Technology
6: Online and Mobile Gaming & Gambling
7: Mobile Chip Intergrtion
8: The Power of Good Design
9: Digital Rights Management
10: Vertical Industry Software

☆☆☆ باقی صفحہ 3 پر ☆☆☆

# تقدیر الٰہی — مسلمانوں نے مسئلہ تقدیر میں بیہودہ طور پر دخل دیا

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قسط 4)

## مسلمانوں نے مسئلہ تقدیر میں بیہودہ طور پر دخل دیا

پس اس مسئلہ کو ماننے کے لئے اس کے متعلق نہایت غور وفکر کی ضرورت ہے مگر ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں جن قوموں نے تنازع کیا ہے وہ ہلاک کی گئی ہیں اور میری امت میں سے بھی ایک قوم ہوگی جو اسی وجہ سے مسخ کی جائے گی مگر باوجود اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تنازع نہ کرنے کے متعلق تاکید فرمائی ہے۔ باوجود اس کے کہ اسے ایمان کا جزو قرار دیا ہے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے نہایت بیہودہ طور پر اس میں دخل دیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے عقیدے کی خداتعالیٰ کے بیان یعنی قرآن کریم پر بنا رکھتے انہوں نے اپنی عقل پر بناء رکھی اور پھر قرآن کریم سے اس کی تائید چاہی۔ اور قرآن وہ ہے جو کہتا ہے۔ کلا نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاء من عطاء ربک۔ (بنی اسرائیل ۲۱)

پھر وہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔ اب اگر کوئی کسی مسئلہ کے ایک پہلو کو لے لے اور باقیوں کو چھوڑ دے تو وہ کہہ تو یہی سکتا ہے کہ میں نے قرآن سے لیا ہے لیکن دراصل اس نے قرآن سے نہیں لیا بلکہ قرآن کو آڑ بنالیا ہے۔ اگر وہ قرآن سے لیتا تو اس کے سب پہلوؤں کو لیتا نہ کہ ایک پہلو کو لے لیتا اور باقیوں کو چھوڑ دیتا۔

ایک دفعہ میں ایک جگہ گیا۔ اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ وہاں میں نے بورڈنگ میں دیکھا کہ ایک لڑکا ریوڑیاں کھا رہا تھا کہ اس کی حالت قابل ہنسی تھی۔ یعنی ریوڑیوں کو اس نے چھپایا ہوا تھا جیسے ڈرتا ہے کہ اور کوئی نہ دیکھ لے۔ مجھے ہنسی آگئی اور میں نے پوچھا۔ یہ کیا کرتے ہو۔ کہنے لگا سنا ہے حضرت مسیح موعودؑ کو ریوڑیاں پسند ہیں۔ اس سنت کو پورا کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔ آپ تو کونین بھی کھاتے ہیں وہ بھی کھاؤ۔

## ایک پہلو لے لینا اور دوسرا چھوڑ دینا

تو جہاں انسان اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے وہاں ہمیشہ ایسی باتوں کو لے لیتا ہے جو اس کے حق میں مفید ہوں اور دوسری باتوں کو چھوڑ دیتا ہے مگر جو لوگ حق کے طالب ہوتے ہیں وہ سب پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہیں اور یہ پرواہ نہیں کرتے کہ اس طرح ہمارے خیال یا میلان کے خلاف کوئی اثر پڑے گا۔ اب اسی اختلاف کو دیکھ لو جو ہماری جماعت میں ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں شرعی نبی نہیں۔ ہاں ایسا نبی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہونے کی وجہ سے نبوت کا درجہ ملا ہے اور میں اُمتی نبی ہوں۔ اب ایک دو آدمی اٹھے جو کہتے ہیں کہ اگر نبی کے لیے شریعت لانا ضروری ہے تو حضرت مسیح موعودؑ بھی کہتے ہیں کہ میں احکام شریعت لایا ہوں پس آپ شرعی نبی ہوئے۔ انہوں نے دوسرا پہلو چھوڑ دیا پھر کچھ اور لوگ ہیں کہ حضرت صاحبؑ نے لکھا ہے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ پس آپ کسی قسم کے نبی نہیں۔ انہوں نے بھی دوسرا پہلو چھوڑ دیا۔ لیکن ہم دونوں پہلوؤں کو لیتے ہیں کہ حضرت صاحبؑ شریعت والے نبی نہیں ہیں لیکن امتی نبی ہیں۔ اگر اختلاف کرنے والے لوگ دونوں پہلوؤں کو لیتے تو ٹھوکر نہ کھاتے ہم نے دونوں پہلوؤں کو لیا ہے۔ آپ نبی بھی ہیں اور امتی بھی۔ تو یہ عام قاعدہ ہے کہ جن لوگوں میں تقویٰ اور دیانت نہیں ہوتی اور نہ صاف طور پر انکار کرنے کی جرائت ہوتی ہے وہ یہ طریق اختیار کیا کرتے ہیں کہ ایک حصہ کو لے لیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایک حصہ کو لیکر کہتے ہیں کہ ہم اس کو مانتے ہیں حالانکہ وہ درحقیقت نہیں مانتے جیسا کہ بعض مسلمان کہلانے والے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے حکم لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کرتے ہیں جب کہا جائے کہ اس کے اگلے حصہ کو کیوں چھوڑتے ہو تو کہتے ہیں سارے قرآن پر کون عمل کرسکتا ہے۔

## تقدیر کے متعلق مسلمانوں کے غلط عقائد کی بنیاد

تو یہ ایک فتنہ کا طریق ہوتا ہے اور اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے ممانعت کا کوئی خیال نہ کیا اور اس پر عمل کر کے بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ان میں سے بعض نے اپنے عقائد کی بنیاد یونانی فلسفہ پر رکھی۔ بعض نے ہندوستان کے فلسفوں کے عقائد پر رکھی یعنی وحدت الوجود پر۔ بعض نے دہریت پر ہندوستان میں وحدت الوجود کا مسئلہ بہت پھیلا ہوا تھا۔ اس میں اور تقدیر میں کوئی فرق نہ سمجھا گیا اور اسی کو تقدیر قرار دے دیا گیا اور اس پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھ کر یہ سمجھ لیا گیا کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ خدا ہی کراتا ہے بندہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے گویا بندہ بندہ ہی نہیں بلکہ خدا ہے۔ ان کے مقابلہ میں دوسروں نے یہ کہا کہ جو کچھ انسان کرتا ہے اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں ہے۔ سب کچھ بندہ کے اپنے ہی اختیار میں ہے۔ اس عقیدہ کی بنیاد فلسفہ یونان پر تھی۔ تو ان دونوں فلسفوں پر مسلمانوں نے تقدیر کے متعلق اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھی۔ اور پھر ان حقیقت اور اصلیت سے دور فلسفوں کو قرآن کریم کے ذریعہ مضبوط کرنا چاہا چنانچہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، چوری کرنا، زنا کرنا، ڈاکہ مارنا، ٹھگی کرنا سب خدا ہی کا فعل ہے ہمارا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ یہی قرآن سے ثابت ہے۔ اور جنہوں نے کہا کہ خدا پارلیمنٹری حکومت کے بادشاہ جتنا بھی ہمارے افعال میں اختیار نہیں رکھتا ایسا بادشاہ تو پھر بھی احکام پر دستخط کرتا ہے لیکن خدا اتنا بھی نہیں کرتا بلکہ ایک ایسا وجود ہے جس کا دنیا کے کاروبار میں کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ قرآن سے ثابت ہے حالانکہ دونوں کی باتیں غلط ہیں۔

## قرآن ان باتوں کو رد کرتا ہے

یہ کہنا کہ جو کچھ انسان کرتا ہے وہ انسان نہیں کرتا بلکہ خدا ہی کرتا ہے اور یہ کہنا کہ جو کچھ کرتے ہیں ہم ہی کرتے ہیں خدا کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے یہ دونوں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جن کو عقل ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرسکتی۔ اور کسی قرآن کریم کے پڑھنے والے کا یہ خیال کرلینا کہ ان میں سے کوئی ایک تعلیم قرآن کریم میں پائی جاتی ہے ایک بیہودہ اور لغو بات ہے۔ میں نے قرآن کریم کو الحمد سے لے کر والناس تک اس بات کو مدنظر رکھ کر پڑھا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق وہ کیا کہتا ہے لیکن میں یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور کوئی اگر اور پڑھے گا تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ الحمد کے الف سے لے کر والناس کے س تک ایک ایک لفظ ان دونوں باتوں کو رد کر رہا ہے اور قرآن کریم ان کو جائز ہی کس طرح رکھ سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں غلط ہونے کے علاوہ اخلاق کو قتل اور روحانیت کو تباہ کرنے والی ہیں۔ اسلام نے اس مسئلہ کے متعلق وہ تعلیم بیان کی ہے کہ اگر کوئی اسے سمجھ لے تو باخدا اور بڑے باخدا لوگوں میں سے بن سکتا ہے اور اس طرز پر بیان کی ہے کہ کوئی عقل اور کوئی علم اور کوئی فلسفہ اس پر اعتراض نہیں کرسکتا اور بہت مفید تعلیم ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر یہ ہے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ خدا ہی کراتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو قتل کردیں تو خدا ہی کرتا ہے ہم کیا کرسکتے ہیں۔ اور دوسرے جو یہ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں دخل دینے کی خدا کو کیا ضرورت ہے۔ مثلاً تھوکنا۔ پیشاب کرنا وغیرہ ان میں خدا کا کیا دخل ہے۔ اگر ان میں خدا کا دخل مانا جائے تو یہ ایک ہتک ہے۔ ان دونوں گروہوں نے قرآن کریم کی جن آیات پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھی ہے ان میں سے بعض کے متعلق اس وقت میں بیان کرتا ہوں۔ تاکہ پتہ لگ جائے کہ انکی بنیاد کیسی بودی ہے۔

## اس خیال کی تردید کہ ہر ایک فعل خدا ہی کراتا ہے

وہ جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ انسان کرتا ہے وہ خدا ہی کراتا ہے اس میں انسان کا کچھ دخل نہیں ہوتا وہ اپنی تائید میں سورۃ الصفت کی یہ آیت پیش کرتے ہیں واللہ خلقکم وما تعملون (الصفت ۹۷) کہ اللہ نے تم کو پیدا بھی کیا ہے اور تمہارے عمل کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ہمیں بھی خدا نے پیدا کیا اور ہمارے عمل کو بھی خدا نے پیدا کیا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ کررہا ہے خدا ہی کر رہا ہے۔ پھر کون ہے جو کہے کہ میں کچھ کرتا ہوں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت نے اس مسئلہ کو ان کے خیال کے مطابق صاف طور پر حل کردیا ہے۔ لیکن درحقیقت انھوں نے وہی غلطی کھائی ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے آیت کا ایک ٹکڑا لے لیا ہے اور دوسرے کو ساتھ نہیں ملایا۔ اسی آیت سے پہلی آیت یہ ہے۔ قال اتعبدون ما تنحتون (الصفت ۹۶) عربی قاعدہ کے لحاظ سے ما بعض فعل پر آکر اس کے معنی مصدر کے کردیتا ہے۔ اور کبھی وہ موصولہ ہوتا ہے جس کا ترجمہ اردو میں "جو" یا "وہ" جو کرتے ہیں جو لوگ واللہ خلقکم وما تعملون کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔ وہ اس جگہ مصدر کے معنے لیتے ہیں۔ لیکن پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ یہاں مصدر کے معنے نہیں کیونکہ پہلی آیت یہ ہے کہ قال اتعبدون ما تنحتون کو ملا کر پڑھا جائے اور اس کے یہ معنے کئے جائیں کہ حالانکہ اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔ تو اس آیت کے معنے ہی کچھ نہیں بنتے۔ اور دوسری آیت پہلی کو رد کردیتی ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ تم کیوں اس چیز کو پوجتے ہو جسے خود تراش کر بناتے ہو۔ اور دوسری میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم کو بھی اور تمہارے اعمال کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ اور یہ عبارت نہ صرف بے جوڑ ہے بلکہ الٹ ہے کیونکہ جب خدا نے ہی ان کے عمل پیدا کئے ہیں تو ان سے یہ کیوں پوچھا جاتا ہے کہ تم بتوں کو کیوں پوجتے ہو؟ پس یہ معنے اس آیت کے ہو ہی نہیں سکتے۔ بلکہ ان دونوں آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ کیا تم لوگ اس چیز کی پوجا کرتے ہو جس کو خود اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس چیز کو بھی پیدا کیا ہے جسے تم بناتے ہو یعنی بتوں کو۔ اور ما اپنے مابعد فعل کے ساتھ جس طرح پہلی آیت میں مفعول کے معنوں میں ہے اسی طرح دوسری آیت میں بھی اور ما عملکم کے معنے معمولکم کے ہیں۔ یعنی جو چیز تم بناتے ہو۔ غرض اس آیت کے معنے ہی غلط کئے جاتے ہیں اور خود اس آیت سے پہلی آیت اس کے معنوں کو حل کردیتی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں انسان کے اعمال کی پیدائش کا کہیں ذکر نہیں۔

## دوسری آیت کا صحیح مطلب

اس آیت کے سوا یہ لوگ کچھ اور آیات پیش کرتے ہیں جن میں سے ایک دو موٹی موٹی آیتوں کا ذکر میں اس وقت کردیتا ہوں۔ ایک یہ آیت پیش کی جاتی ہے قل لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا، ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (التوبہ ۵۱) کہ ہمیں نہیں پہنچے گا کچھ بھی مگر وہی جو اللہ نے لکھ چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا مولیٰ ہے اور اسی پر توکل کرتے ہیں مومن۔ وہ کہتے ہیں کہ جب خدا کہتا ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو پہلے اس کے لیے لکھ چھوڑا گیا ہے۔ اب کھانا۔ دانہ کپڑا لتا۔ روپیہ پیسہ جس قدر خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اتنا فلاں کو ملے اس سے زیادہ یا کم نہیں ہوسکتا۔ یا یہ کہ فلاں فلاں کو فلاں طریق سے قتل کرے۔ فلاں فلاں جگہ فلاں کے ہاتھ سے پھانسی پائے۔ تو پھر انسان کا کیا اختیار ہے؟ حالانکہ بات بالکل اور ہے۔ اس جگہ کفار کے ساتھ جنگ کا ذکر خداتعالیٰ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو منافق لوگ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا بندوبست پہلے سے کرلیا تھا اس لیے ہم اس تکلیف سے بچ گئے۔ مسلمان بیوقوف ہیں کہ اپنے سے طاقتور اور زبردست لوگوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نادان تم ہو اور اندھے ہو تم یہ سمجھتے ہو کہ مسلمان ہار جائیں گے اور کفار ان پر غلبہ پالیں گے۔ لیکن یہ نہیں ہوگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ خدا نے اپنی سنت مقررہ کے ماتحت کہ اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے، مقدر کر چھوڑا ہے کہ مسلمان جیت جائیں گے۔

پس یہاں ہر ایک عمل خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت سرزد ہونے کا ذکر نہیں بلکہ صرف اس امر کے مقدر ہونے کا ذکر ہے کہ مومن کفار پر غلبہ پائیں گے اور جیت جائیں گے۔ نہ یہ کہ ڈاکہ مارنا۔ چوری کرنا۔ ٹھگی کرنا۔ جھوٹ بولنا خدا نے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان مقدر کردیا ہے کہ میں اور میرے رسول اپنے دشمنوں پر غالب رہیں۔ پس اس آیت میں کتب سے مراد انسانی اعمال نہیں بلکہ رسول اور مومنوں کی فتح مراد ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

## بقیہ: انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ہمارے نوجوان

ٹیکنالوجی کے ان شعبہ جات میں رسائی کے لئے ہمارے نوجوان اگر ابھی سے مستعد ہوجائیں۔ اپنے علم اور تجربہ کو اس رنگ میں مزین کریں۔ کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو ہر نئی تحقیق پر مرتکز کردیں اور اس علم کو حاصل کرکے رہیں تو کوئی بعید نہیں کہ ان کا نام ٹیکنالوجی کے شعبہ میں نمایاں طور پر لکھا جائے۔ اس غرض کے لئے انہیں دوران تعلیم ہی ایسے شعبہ جات کا انتخاب کرنا ہوگا۔ جہاں وہ نئی تحقیقات اور علوم سے واقفیت حاصل کرسکیں۔ (امجد احمد۔ فرینکفرٹ)

Vol. 8 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 2
National Shoba Tasneef, Ahmadiyya Muslim Jamaat, Genfer Str. 11, 60437 Frankfurt/M, Germany, Tel.: 069-50688652, Fax: 50688655

# جرمنی کے شب وروز

## جرمنی میں اسلامی طریق کے مطابق جانور ذبح کرنے کی اجازت مل گئی

جرمنی کی وفاقی اور اعلیٰ ترین عدالت نے مسلمانوں کو یہ حق دے دیا ہے کہ وہ اپنے مذہبی طریق کے مطابق جانور ذبح کر سکتے ہیں۔ مگر ایسا صرف حکومت سے منظور شدہ "مذبح خانے" میں ہی کیا جاسکے گا تا کہ اس سلسلے میں قانونی تقاضے پورے کرنے میں آسانی ہو۔

جرمنی میں جانور ذبح کرنے کا عام طریق کار یہ ہے کہ پہلے جانور کے سر میں مشین کے ذریعہ ایک کیل داغا جاتا ہے، جس سے جانور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے یا ہائی وولٹ کی بجلی سے اسے بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے چُھری سے ذبح کر دیا جاتا ہے تا کہ خون اچھی طرح سے بہہ جائے۔ اس سے قبل صرف یہودیوں کو اس قانون سے استثنائی طریق پر ذبح کرنے کی اجازت تھی لیکن اب مسلمانوں کو بھی یہ اجازت مل گئی ہے یعنی کہ وہ جانور کو بے ہوش کئے بغیر صرف تیز چُھری جانور کی گردن پر چلا کر اسے ذبح کرلیں۔ اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے قانونی طور پر انہیں تحفظ دینا ضروری قرار دیا ہے۔ اس سے قبل ماتحت عدالتوں نے یہ کہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا تھا کہ مسلمانوں کا ذبح کرنے کا طریقہ جرمنی میں جانوروں کے تحفظ کے سلسلہ میں بنائے گئے قانونی معیار پر پورا نہیں اُترتا۔

اس کے مقابل پر مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ اگر جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی لگا کر بے ہوش کیا جائے تو ممکن ہے وہ ذبح کرنے سے پہلے ہی مر جائے یا اُس کے اعصاب بُری طرح متاثر ہو جائیں۔ اس صورت میں اس کا خون پوری طرح جسم سے باہر نہ نکلے گا جو صحت کے لئے مضر ہو سکتا ہے اور مزید یہ کہ جانور بھی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اگر چہ بے ہوشی کی حالت میں ہو۔

اب اس قانونی تحفظ کے مل جانے پر جرمنی میں مسلمانوں کے لئے عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے جانور ذبح کرنا آسان ہو جائے گا۔

## جرمنی میں تحقیقاتی منصوبوں پر خرچ میں اضافہ

جرمن گورنمنٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق 1998ء سے تحقیق اور ترقیاتی منصوبوں پر واضح طور پر زیادہ خرچ کرنے سے جرمنی اب دنیا بھر میں صف اوّل کے ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہونے لگا ہے۔

1998ء سے 2000ء تک جرمنی نے پچھلے سالوں کے مقابلے پر تحقیق اور ترقی پر 12% زیادہ خرچ کیا ہے جو 50 بلین یورو بنتا ہے یہ کل ملکی پیداوار کا 2,46 % ہے۔ اس کے مقابل پر جاپان نے 3,04 % اور امریکہ نے 2,64 % خرچ کیا۔

جرمنی کے تعلیم و تحقیق کے وزیر ایڈلگارڈ بلمان (Edelgard Bulmahn) نے کہا ہے کہ بائیو ٹیکنالوجی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مینوفیکچر انڈسٹریز پر خرچ کرنے سے زیادہ منافع حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جرمن کار بنانے والی انڈسٹریز باقی یورپ کے مقابل پر پچاس فیصد کاریں بنا رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کاروں کی کوالٹی اور پروڈکشن بڑھانے کے طریق کار پر عمل کر کے بھاری سرمایہ کاری کرنے سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ جب باقی بڑی انڈسٹریز اپنے ورکروں کو نکال رہی تھیں تو یہ انڈسٹری بھرتی کر رہی تھیں۔

## جرمنی کے چانسلر کے انتخابات میں مسٹر شروڈر (Schroeder, SPD) کے مقابل پر مسٹر سٹوئبر (Stoiber, CSU) کھڑے ہوں گے۔

اس سال 22 ستمبر کو جرمنی میں ہونے والے انتخابات میں موجودہ چانسلر مسٹر شروڈر (SPD) کے مقابل پر کرسچن سوشل یونین (CSU) کے مسٹر سٹوئبر کھڑے ہوں گے۔ مسٹر سٹوئبر کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ ان کے جیتنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

حال ہی میں ملک کی دوسری بڑی سیاسی پارٹی (CDU) کرسچن ڈیموکریٹ یونین کے ساتھ مسٹر سٹوئبر کی پارٹی (CSU) کا سیاسی اتحاد ہوا ہے۔ اس اتحاد میں (CDU) کی طرف سے پہلے محترمہ انجیلا (Angelaa Merkel) نامزد ہوئی تھیں۔ مگر وہ مسٹر سٹوئبر کے حق میں دستبردار ہو گئیں ہیں۔ مسٹر سٹوئبر نے اپنی نامزدگی کے بعد کہا کہ "موجودہ چانسلر مسٹر شروڈر نے جو وعدے قوم سے کئے تھے وہ اسے پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں مثلاً وہ بیروزگاری میں کمی نہیں کر سکے۔ وغیرہ۔ مسٹر سٹوئبر نے الیکشن کے لئے مہم شروع کرتے ہوئے وعدہ کیا ہے کہ وہ موجودہ حکومت کی پالیسی کے کلیدی حصوں کو تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ مثلاً اٹیمی پلانٹ کی بحالی و فوج کے لئے زیادہ بجٹ وغیرہ۔

## مشترکہ اُجرت سکیم Kombilohn

جرمنی کی موجودہ حکومت نے بے روزگاری کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنے کے لئے ایک نئی سکیم کا اجراء کیا ہے۔ اسے مشترکہ اُجرت سکیم (Kombilohn) کا نام دیا گیا ہے۔

اس کے مطابق بے روزگار محنت کش کو ایک کمپنی کم اُجرت پر کام دیتی ہے تو باقی رقم حکومت کا کام ڈھونڈ کر دینے والا ادارہ Arbeitsamt پوری کرے گا اسی طرح لازمی انشورنس میں سے کچھ انشورنس حکومت بھی ادا کرے گی۔ اس سکیم کی مخالفت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس سکیم کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً فیکٹری والے مستقل ملازمت دینے کی بجائے اس طرح کے کام کا معاہدہ کریں گے جس سے مارکیٹ میں مستقل کام ڈھونڈنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہو گا۔ یعنی اس سکیم کے ناجائز استعمال کا خدشہ ہے۔

## مسٹر Hohmann اور مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب کے درمیان

## خط وکتابت

پچھلے شمارے میں Schlüchtern کے مضافاتی قصبہ Niederzell میں جماعت احمدیہ کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں علاقے کے ایک سیاستدان مسٹر Hohmann کا ردّعمل بیان کیا گیا تھا جواس نے جماعت کے پریس سیکرٹری برادرم ہدایت اللہ ہیوبش (جرمن احمدی) کے ایک اخباری بیان کے جواب میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے ظاہر کیا تھا۔ اب اس پر برادرم ہیوبش کا تبصرہ بیان کیا جاتا ہے۔

جس طریق پر ہمارے یہ جرمن احمدی بھائی ہدایت اللہ ہیوبش اسلام اور احمدیت کا دفاع کر رہے ہیں، ہمیں اس پر نہ صرف خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے بلکہ اس کی صحت، سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے بھی دعا کرنا چاہئے۔

جناب ہدایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:-

جناب ہومن صاحب۔ آپ کا 4 اپریل 2001ء کا مکتوب موصول ہوا۔ آپ کے جوابی دلائل کے جواب میں عرض ہے کہ میں نے Niederzell کے رہنے والوں کے مسجد کی تعمیر پر مظاہرہ کرنے کو تنقیدی نظر سے نہیں دیکھا کیونکہ مظاہرہ کرنا تو ان کا قانونی حق ہے۔ میں نے صرف اس بات پر تنقید کی تھی کہ ان جرمن شہریوں کے مظاہرے کا اصل مقصد جیسا کہ خود آپ کے ان کی حمایت کرنے کے انداز سے ظاہر ہے۔ اپنے اس غم و غصے کا اظہار کرنا تھا کہ غیر ملک سے آکر اس ملک میں پناہ لینے والوں کو اپنی دینی عبادات بجالانے کی کیوں اجازت دی جارہی ہے بلکہ مذہب اسلام کو غیر ملکیوں کا مذہب قرار دے کر اس پر قدغن لگانا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے اس کے ممبران وہ (احمدی مسلمان) ہیں جنہیں باقاعدہ طور پر یہاں رہائش کی قانونی اجازت حاصل ہے۔ اس حیثیت سے ان سب کو ہمارے مادر وطن میں اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھنے کی پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ یہ حق آزادی انہیں جس طرح اپنی کتاب (قرآن کریم) کی رو سے حاصل ہے۔ اسی طرح جرمن دستور کے مطابق بھی حاصل ہے۔ اگر بعض مسلمان ممالک مثلاً قرآن کریم میں دی گئی اس مذہبی آزادی پر عمل پیرا نہیں تو ان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ جیسے Niederzell والے اپنے شہر کو ایک ایسا مقام قرار دیں جہاں امن پسند مسلمان شہری اپنے لئے خدا کا گھر بنا کر عبادت بجا نہیں لاسکتے۔

آپ نے اپنے جواب میں یہ تو لکھا ہے کہ احمدیوں کا اپنی دینی عبادت بجالانا ہرگز زیر بحث نہ تھا مگر Niederzell کے شہریوں کا یہ کہنا کہ ہم اپنے شہر میں مسجد کی اجازت دے کر اپنے شہر کی شکل وصورت کو نہیں بگاڑنا چاہتے مگر بعینہٖ یہی جواب احمدی مسلمانوں کے حقوق آزادی مذہب سلب کرنے کے مترادف ہے۔

آپ نے ہماری جماعت کے ممبران پر ملک کے ناشکری کا بہتان بھی لگایا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنی حلال کی کمائی جس کا وہ باقاعدہ ٹیکس بھی ادا کرتے ہیں، کا ایک حصہ اپنے وطن میں رہنے والے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے اس سے خود ہی کیسے فرض کر لیا کہ وہ اپنے ملک کے ناشکر گزار ہیں۔ پھر آپ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ آپ انہیں بتائیں کہ انہیں اپنی آمدنی کیسے اور کہاں خرچ کرنا چاہئے۔ افسوس ہے کہ مجھے یہ کہنا پڑا ہے کیونکہ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ نیک دل شہری کس کس طرح جرمنی کی سلامتی کے لئے شب وروز دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ Niederzell کے شہریوں کو بجا طور پر خدشہ ہے کہ کہیں ایک غیر معروف مذہب کے پیروکار اپنے ہاں کے تشدد آمیز اختلافی رُجحانات کو ہمارے اندر نہ لے آئیں۔ سوچ کا یہ انداز کسی طور پر بھی رواداری کی رُوح سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمیں غیر معروف یا اجنبی نظر آئے اس سے خوف کھا کر ہم اس سے صرف نظر کرلیں کہ معلوم نہیں اس میں کیا کیا خطرات مخفی ہوں گے۔ اس منطق کو اپنانے کا پھر یہ نتیجہ بھی ہونا چاہئے کہ ہر جرمن شہری یا ہر ایسا سیاستدان جس کے بارے میں خدشہ ہو کہ وہ دوسروں کی ریشہ دوانیوں کا نشانہ بن سکتا ہے۔ اسے Niederzell میں مکان بنانے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔

آپ نے اپنے جواب کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ رواداری کے قائل ہیں تاہم آپ کے نزدیک اس رواداری کا یہ مطلب بھی نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہیں مسجدیں تعمیر کرتے پھریں۔ یہاں سوال دراصل کسی مخصوص جگہ مسجد بنانے کا نہیں بلکہ کسی موزوں مقام پر مسجد بنانے کا ہے۔ مگر افسوس ہے تو یہ کہ جہاں تک ہم نے اخباری بیانات اور سیاستدانوں کے خیالات سے اندازہ لگایا ہے وہ Niederzell میں مسجد بنانے کے ہی مخالف ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ شہر کے اندر آنے والی شاہراہ پر مسجد کی تعمیر سے شہر کی فضا یا اس کی شکل وصورت متاثر ہو گی وہاں انہوں نے کوئی متبادل جگہ بھی تو تجویز نہیں کی جس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ وہ سرے سے ہی اپنے شہر میں مسجد کی تعمیر کے خلاف ہیں اور یہ بات نہ صرف مذہبی رواداری کے منافی ہے بلکہ انسانی ہمدردی سے بھی کوسوں دور ہے۔

(تلخیص وترتیب:- فضل الٰہی انوری)

## کلام طاہر

کرو تیاری ! بس اب آئی تمہاری باری
یوں ہی ایّام پھرا کرتے ہیں باری باری
ہم نے تو صبر و توکّل سے گزاری باری
ہاں مگر تم پہ بہت ہوگی یہ بھاری باری

(بر موقع جلسہ سالانہ UK 1984ء)